Fikr-o-Nasar (Islamabad) 37:1 (1999)

فکر و نظر۔۔۔ اسلام آباد جلد: ۳۷ شمارہ: ۱

خواجہ احرار کے حالات و افکار پر چند بنیادی مآخذ

ڈاکٹر عارف نوشاہی ☆

خواجہ ناصر الدین عبیداللہ جو "خواجہ احرار" کے لقب سے مشہور ہیں، وسطی ایشیا یعنی قدیم ترکستان یا ماوراء النہر میں سلسلہ نقشبندیہ کے بااثر ترین مشائخ میں سے ہیں۔ ان کے اور خواجہ بہاؤ الدین نقشبند بخاری (م۷۹۱ھ/۱۳۸۹ء) کے درمیان صرف ایک ہی واسطہ مولانا یعقوب چرخی (م۸۵۱ھ/۱۴۴۷ء) کا ہے جن کے وہ مرید تھے۔ خواجہ احرار رمضان ۸۰۶ھ/مارچ ۱۴۰۴ء میں تاشقند کے مضافاتی گاؤں باغستان میں پیدا ہوئے اور عمر کے ابتدائی پچاس سال وہیں گزارے۔ ۸۵۵ھ/۱۴۵۱ء میں تیموری حکمران ابو سعید (۸۵۵-۸۷۲ھ/۱۴۵۱-۱۴۶۷ء) کی درخواست پر سمرقند نقل مکانی کی۔ ۲۹ ربیع الاول ۸۹۵ھ/۱۹ فروری ۱۴۹۰ء کو حالت سفر میں سمرقند کے پہاڑی گاؤں کمانگران میں وفات پائی۔ اگلے دن نعش سمرقند لائی گئی اور وہاں دفن ہوئے۔ ان کی قبر اور اس کے ساتھ مسجد و مدرسہ اب بھی موجود ہے۔ ازبکستان میں وہ "احرار ولی" کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

خواجہ احرار کی نوے سالہ زندگی متضاد حالتوں سے عبارت ہے۔ ان کی زندگی کا ابتدائی حصہ مکمل غربت اور افلاس میں گزرا لیکن بعد میں اس قدر مال و دولت کے مالک ہوئے جس کا اندازہ لگانا ممکن نہ تھا۔ انہوں نے مکتب میں متداول علوم بہت ہی کم پڑھے تھے لیکن ان کے تصنیف کردہ رسائل اور ملفوظات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ اسلامی فکر

☆ ادارہ معارف نوشاہیہ، ہمک، اسلام آباد

© Dr Muhammad Hamidullah Library, IIU, Islamabad. http://iri.iiu.edu.pk/

کے امہات متون پر ان کی گہری نظر تھی۔ "شیخی" نہیں کرتے تھے لیکن مریدوں کا حلقہ ان کے گرد جمع رہتا تھا۔ وہ صاحب اقتدار و حکومت بھی نہیں تھے لیکن حاکمان وقت ان کی ہیبت سے لرزہ براندام رہتے تھے اور ان کے احکام سے سر تابی کی جرأت نہیں کرتے تھے۔

خواجہ احرار کے کارہائے نمایاں کا اگر ہم خلاصہ پیش کرنا چاہیں تو یہ ہے کہ انہوں نے وسطی ایشیا اور قرب و جوار کے علاقوں میں طریقہ نقشبندیہ کو وسعت دی، اسلامی شریعت کی بالادستی پر تاکید کی اور علاقے کے حکمرانوں کو اسلامی شعائر کا پابند رہنے کی تلقین کی اور نفاذ شریعت میں ان کے ساتھ تعاون کیا، علاقے کے مظلوم اور محروم طبقات کی اخلاقی اور مادی حمایت کی اور ان کی داد رسی میں پیش پیش رہے۔

وسطی ایشیا کی سیاسی تاریخ لکھنا مقصود ہو یا سلسلہ نقشبندیہ کے متقدم مشائخ کا تذکرہ رقم کرنا مطلوب، کوئی مؤرخ اور تذکرہ نویس خواجہ احرار سے صرف نظر نہیں کر سکتا۔ اس کے لیے خواجہ احرار کے سوانح حیات، تعلیمات اور ملفوظات پر بنیادی مآخذ تک رسائی اور ان سے استفادہ ناگزیر ہے۔ اس مضمون میں ہم کوشش کریں گے ایسے ہی چند مآخذ کا تاریخی ترتیب سے تعارف پیش کریں اور آئندہ کسی مقالے میں ان مآخذ کی مدد سے خواجہ احرار کے حالات اور افکار اور وسطی ایشیا کی سیاسی اور روحانی زندگی میں ان کے کردار پر روشنی ڈالیں۔

خواجہ احرار کے اوّلین سوانح نگار مولانا عبدالرحمٰن جامی (۸۱۷۔۸۹۸ھ / ۱۴۱۴۔۱۴۹۲ء) ہیں۔ اگرچہ جامی مولانا سعد الدین کاشغری (م۸۶۰ھ / ۱۳۵۹ء) سے فیض یافتہ تھے لیکن خواجہ احرار سے بھی غیر معمولی ارادت تھی اور ان سے چار دفعہ ملاقات کی۔ جامی کی اکثر و بیشتر تصانیف میں خواجہ احرار کا ذکر اور مدائح ملتی ہیں۔ مثلاً رقعات جامی میں گیارہ رقعے خواجہ احرار کے نام ہیں۔ مثنوی سلسلۃ الذہب دفتر اوّل میں ایک مقام پر ۶۵ اشعار اور دوسری جگہ ۳۹ اشعار خواجہ احرار سے متعلق ہیں۔ مثنوی تحفۃ الاحرار جیسا کہ نام سے ظاہر ہے جامی نے تصنیف کر کے خواجہ احرار کی خدمت میں تحفۃً بھیجی۔ اس میں ۱۶ ابیات خواجہ احرار کی مدح میں ہیں۔ یہ اشعار اسی مثنوی کے ہیں :

زد بجہان نوبت شاہنشہی　　کوکبۂ فقر عبید اللّٰہی
آنکہ زحریت فقر آگہست　　خواجۂ احرار عبید الّٰہست

مثنوی خرد نامہ اسکندری میں ۵ اشعار خواجہ احرار کی تعریف میں ہیں۔ جامی کی نفحات الانس من حضرات القدس (تصنیف ۸۸۳ھ/۷۸-۱۴۷۸ء) بنیادی طور پر وفات یافتہ بزرگوں کا تذکرہ ہے مگر اس میں مذکور ۶۱۶ بزرگوں میں صرف خواجہ احرار ہی ایک ایسے شخص ہیں جو اس وقت زندہ تھے۔ ان کا ذکر کتاب میں شامل کر کے اگرچہ جامی نے اپنے تصنیفی منصوبے سے انحراف کیا ہے لیکن اس کی وجہ انہوں نے یہ بتائی ہے کہ میں نے بہت غور و فکر کیا لیکن دل کو تسلی نہ ہوئی کہ یہ تصنیف جس کا مقصد بزرگوں کے معارف کا تذکرہ اور مناقب کی اشاعت ہے وہ خواجہ احرار کے تذکرے سے خالی رہے۔[1] جامی نے اس کتاب میں سلسلہ نقشبندیہ میں خواجہ احرار اور ان کے مریدوں کے مقام و مرتبت کی طرف توجہ دلائی ہے اور خواجہ کے رسالہ فقرات اور ان کی زبان سے سنے ہوئے کچھ اقوال لکھے ہیں، لیکن کسی قسم کے حالات زندگی درج نہیں کیے۔ جامی اسے خواجہ احرار کے حضور گستاخی تصور کرتے تھے۔[2] جامی نے خواجہ احرار کے شیخ طریقت مولانا یعقوب چرخی اور کچھ اور ہم عصر بزرگوں علاء الدین غجدوانی اور امیر سیّد قاسم تبریزی کے حالات میں خواجہ احرار کے بیانات سے استفادہ کیا ہے۔

تیموری پادشاہ حسین بایقرا کے وزیر امیر علی شیر نوائی (۸۴۴-۹۰۶ھ/ ۱۴۴۰-۱۵۰۱ء) جو اپنی سیاسی بصیرت کے ساتھ ساتھ علم دوستی اور شاعری کے باعث مشہور ہیں، خواجہ احرار کے حلقہ ارادت میں شامل تھے۔ انہوں نے اپنے عہد کے مشائخ کے اصل خطوط کا جو مرقع تیار کیا تھا۔[3] اس میں خواجہ احرار کے ۱۳۴ یا ۱۲۸ خطوط نوائی کے نام بھی شامل ہیں جن کے مضامین سے خواجہ احرار کے وسطی ایشیا کی سیاست میں دخل اور رعایا کی داد رسی پر خوب روشنی پڑتی ہے۔ نوائی نے جامی کی نفحات الانس کی طرز پر بزرگان دین کا ایک مبسوط تذکرہ ترکی زبان میں نسایم المحبۃ من شمایم الفتوۃ کے نام

سے لکھا۔(۴) اس میں خواجہ احرار کے حالات درج ہوئے ہیں۔ نوائی کا ماخذ نفحات ہے مگر اس نے اپنی ذاتی معلومات سے بھی کام لیا ہے اور خواجہ احرار کے مولد، مادری نسبت نامے، مشائخ وقت سے ملاقاتوں، بے حد و حساب مال و دولت، وسطی ایشیا، عراق، آذربائجان، خراسان، روم، مصر، ہندوستان اور خطا کے فرمانرواؤں پر اثر و رسوخ، تاریخ وفات اور چند ایک مریدوں کے نام لکھے ہیں۔ نوائی نے خاص طور پر ذکر کیا ہے کہ خواجہ احرار ان کے حال پر التفات فرماتے تھے اور ان کی آپس میں خط و کتابت تھی۔

خواجہ احرار کے ایک مرید جو بعد میں ان کے داماد بھی ٹھہرے، میر عبدالاول نیشاپوری (م۹۰۵ھ/۱۵۰۰ء) نے خواجہ احرار کے ملفوظات جمع کیے۔ اس مجموعہ ملفوظات کا کوئی خاص نام نہیں ہے لیکن علی کاشفی نے رشحات عین الحیات میں جس کا ذکر آگے آئے گا اس مجموعے کو "مسموعات میر عبدالاوّل" کے نام سے یاد کیا ہے۔(۵) لہذا عام طور پر یہ اسی نام سے معروف ہے۔ نیشاپوری چونکہ خواجہ احرار کے گھر کے فرد بن گئے تھے۔اس لیے انہیں خلوت وجلوت میں خواجہ احرار کے ساتھ رہنے کا موقع ملا اور انہوں نے ان سے بہت کچھ سنا اور دیکھا۔ یہ مجموعہ ان کے انہی مشاہدات اور مسموعات پر مشتمل ہے۔ اس مجموعے میں ملفوظات کسی منطقی ترتیب کے بغیر درج ہوئے ہیں اور یہ خواجہ احرار کے واقعہ وفات پر ختم ہو جاتے ہیں۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ مجموعہ ۸۹۵ھ/۱۴۹۰ء کے بعد تحریر و تدوین کیا گیا۔ یہ دینی، عرفانی، معاشرتی، تاریخی اور تہذیبی نقطہ نظر سے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ اس میں نہ صرف خواجہ احرار کے حالات، افکار، کردار، معاصرین کے ساتھ تعلقات اور وسطی ایشیا کی معاشرتی اور سیاسی زندگی میں ان کے کردار پر بہت مفید معلومات ملتی ہیں بلکہ اس عہد کے کچھ اور علما اور مشائخ کے بارے میں بھی قیمتی نکات بہم پہنچتے ہیں جو عام طور پر دوسرے مآخذ میں نہیں ہیں۔ خواجہ احرار کا کوئی معاصر یا متاخر سوانح نویس اس مجموعہ ملفوظات کو نظر انداز نہیں کر سکا۔

خواجہ احرار کے ایک اور خاص مرید محمد قاضی سمرقندی (م۹۲۱ھ/۱۵۱۵ء) ان کے مطبخ کے نگران تھے اور رفتہ رفتہ خواجہ احرار کا اس قدر قرب اور اعتماد حاصل کر لیا کہ

خواجہ احرار کے مریدین اور صاحبزادے بھی ان سے حسد کرنے لگے۔ سمرقندی خواجہ احرار کی زندگی کے آخری بارہ سال (۸۸۴ تا ۸۹۵ھ) سفر و حضر میں ان کی خدمت میں رہے اور ان کے دیگر ارادت مندوں کے ساتھ بھی نشست و برخاست رہی۔ اس عرصے میں انہوں نے خواجہ احرار سے جو معارف اکتساب کیے اور ان میں جو آثار ولایت اور خصائص ولایت دیکھے، انہیں ۹۱۶ھ / ۱۵۱۰ء میں "سلسلة العارفين و تذكرة الصديقين" کے نام سے جمع کیا۔ کتاب ایک مقدمہ، تین فصل اور ایک خاتمے پر مشتمل ہے۔ مقدمے اور خاتمے میں تصوف کے مسائل اور حکایات صوفیہ بیان ہوئی ہیں اور تینوں فصلوں میں خواجہ احرار کے حالات، ملفوظات اور کرامات درج ہوئے ہیں۔ سلسلۃ العارفین خواجہ احرار پر پہلا مدوّن ماخذ ہے جن سے دیگر تذکرہ نگاروں اور مورخوں نے بھی استفادہ کیا ہے۔ علی کاشفی نے رشحات عین الحیات میں اور مرزا حیدر دوغلات نے تاریخ رشیدی میں متعدد مقامات پر اس کتاب کے اقتباسات اور حوالے دیئے ہیں۔ اگرچہ سمرقندی نے مسموعات عبدالاوّل کا کہیں ذکر نہیں کیا لیکن یہ بات یقین کے ساتھ کہی جا سکتی ہے کہ اس نے مسموعات سے ضرور استفادہ کیا ہے کیونکہ دونوں کتابوں کے بعض مضامین اور عبارتوں میں مشابہت پائی جاتی ہے۔ نویں صدی ہجری میں وسطی ایشیا اور خراسان کی سیاسی، معاشرتی اور روحانی صورت حال سمجھنے کے لیے یہ ایک عمدہ ماخذ ہے۔(۶)

خواجہ احرار کے معروف اور مستند ترین سوانح نویس فخر الدین علی سبزواری (کاشفی)، (۸۶۷۔۹۳۹ھ / ۱۴۶۳۔۱۵۳۲ء) ہیں جو حسین واعظ کاشفی مصنف روضۃ الشہداء کے بیٹے تھے۔ وہ کم از کم دو بار یعنی ۸۸۹ھ اور ۸۹۳ھ میں خواجہ احرار کی مجالس میں حاضر ہوئے۔ ان مجالس میں جو کچھ سنتے بلا تغیر و تبدل تحریر کر لیتے۔ بعد میں ان کے دل میں خیال گذرا کہ خواجہ احرار کے انفاس و کلمات یکجا جمع کر دیئے جائیں۔ چنانچہ ۹۰۹ھ / ۴۔۱۵۰۳ء میں "رشحات عين الحيات" کے نام سے ایک مبسوط تذکرہ لکھا۔ جس کی ابتداء خواجگان نقشبند کے طبقات کے تذکرے سے کی اور بعد میں خواجہ احرار کا مفصل تذکرہ لکھا۔ خواجہ احرار کے آباؤ اجداد، اقربا، تاریخ ولادت، بچپن کے حالات،

اخلاق و اطوار، مشائخ وقت سے ملاقاتیں، مریدین اور اولاد کے مجمل حالات اور خواجہ احرار کے واقعہ وفات کے علاوہ ان سے براہ راست سنے گئے، دقائق و معارف اور کرامات بھی نقل کیے ہیں۔

رشحات عین الحیات نہ صرف خواجہ احرار بلکہ تمام متقدم خواجگان نقشبند کے حالات کے لیے ایک متداول اور مستند مآخذ چلا آ رہا ہے۔ اس کی مقبولیت کی وجہ صحت مطالب کے علاوہ یہ بھی ہو سکتی ہے خواجہ احرار کے سلسلے میں یہی ایک مستقل کتاب تاحال طبع ہوئی ہے۔(۷) اس کا ایک تکملہ محمد ہاشم کشمی بدخشی نے ۱۰۳۹ھ/۳۰۔۱۶۲۹ء میں "نسمات القدس من حدائق الانس" کے نام سے لکھا۔ کشمی میر محمد نعمان مجددی کے مرید تھے تاہم دو سال شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی خدمت میں رہ کر روحانی تربیت پائی۔ نسمات میں خواجہ احرار کے بیس مریدوں کا تذکرہ ہے۔(۸)

خواجہ احرار کے ایک اور مرید مولانا شیخ (احمد) جو ان کی زمینوں اور زراعت کے امور پر مامور تھے اور بعد میں خواجہ احرار نے اپنی بھانجی ان سے منسوب کر دی تھی، انہوں نے خواجہ احرار کے خوارق عادات پر ایک رسالہ لکھا جو اسی نام (رسالہ خوارق عادات خواجہ احرار) سے مشہور ہے۔ چونکہ اس رسالے میں سمرقند میں ۹۱۱ھ میں آگ لگنے کے ایک واقعہ کا ذکر ہوا ہے اور مولانا شیخ کی وفات شاہی بیگ خان کے آخری دور سلطنت (۹۰۵۔۹۱۶ھ/۱۵۰۰۔۱۵۱۰ء) میں ہوئی تھی۔ اس لیے کہا جا سکتا ہے کہ یہ رسالہ ۹۱۱ھ/۱۵۰۵ء اور ۹۱۶ھ/۱۵۱۰ء کے درمیان تصنیف ہوا۔ اس رسالے میں خواجہ احرار کے بچپن سے وفات تک کے ایسے واقعات لکھے گئے ہیں جو بقول مصنف خوارق عادات کے زمرے میں آتے ہیں۔ نیز خواجہ احرار کے آباؤ اجداد، اولاد اور مریدوں کا تذکرہ بھی ہے۔ خواجہ احرار کے ملفوظات بھی نقل ہوئے ہیں اور بعض معاصر مشائخ طریقت کا ذکر ہوا ہے۔ یہ تمام واقعات خواجہ احرار کے بلا واسطہ مریدوں اور کارندوں کی روایت سے درج ہوئے ہیں۔ بعض وقایع مصنف کے چشم دید ہیں۔ خواجہ احرار کے معاصر حکمرانوں سے تعلقات اور نادار مسلمانوں کی مالی اعانت کی نوعیت سمجھنے کے لیے یہ ایک مفید

رسالہ ہے۔(۹)

خواجہ احرار کے حالات و ملفوظات پر یہ وہ بنیادی مآخذ ہیں جو ان کے ہم عصر اور مریدوں نے لکھے۔ چند ایک مآخذ ایسے ہیں جو بعد میں۔لکھے گئے مگر ان کی افادیت بھی مسلم ہے۔ مثلاً عبدالحئی حسینی بن ابو الفتح سمرقندی کا رسالہ "نسب نامہ احرار یا نسب نامہ حضرات خواجگان" عبدالحئی خواجہ احرار کے پوتے خواجہ عبدالشہید بن محمد عبداللہ کے مرید تھے اور انہی کے ساتھ سمرقند سے ہندوستان آئے تھے اور ۹۸۲ھ / ۱۵۷۴ء میں واپس سمرقند چلے گئے۔ اس رسالے میں خواجہ احرار کی اولاد و احفاد کا پدری اور مادری نسب نامہ اور ان کی آپس میں رشتہ داریوں کا ذکر ہوا ہے۔ اس رسالے سے خواجہ احرار کی اولاد کے سمرقند سے ہندوستان اور کاشغر نقل مکانی کے بارے میں مفید معلومات ملتی ہیں۔ بعد میں اس رسالے کے دو تکملے لکھے گئے۔ ایک مرزا محمد شاہ بخاری نے سیف الدولہ عبدالصمد خان بہادر (م ربیع الثانی ۱۱۵۰ھ / ۱۷۳۷ء) صوبہ دار لاہور و ملتان کی فرمائش پر لکھا۔ عبدالصمد خان، خواجہ عبدالکریم احراری سمرقندی کا بیٹا تھا جن کے ہندوستان میں بہت مرید تھے۔ اس تکملے میں عبد الکریم کے احفاد کی باہمی رشتہ داریوں کا ذکر ہوا ہے۔ دوسرا تکملہ مرزا نشاط نے نواب زکریا خان حاکم لاہور (۱۱۴۹۔۱۱۵۸ھ /۱۷۳۶۔۱۷۴۵ء) کی فرمائش پر لکھا جس میں عبدالصمد خانؒ مذکور کی وفات کا واقعہ اور اس کے جانشینوں کے نام ہیں۔(۱۰)

خواجہ احرار کے ملفوظات کا ایک اور مجموعہ بھی قابل ذکر ہے، جس کے جامع نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا۔ یہ میر عبدالاول نیشاپوری کی مسموعات سے مختلف ہے۔ اس کے مضامین اور مطالب بھی خواجہ احرار کے حالات اور افکار سمجھنے میں بے حد مفید اور معاون ہیں۔(۱۱)

حواشی

۱۔ نفحات الانس من حضرات القدس، بہ تصحیح محمود عابدی، تہران، ۱۹۹۱ء، ص۴۱۰۔

۲۔ ایضاً، ص۴۱۰

۳۔ یہ مرقع ابوریحان بیرونی اورینٹل انسٹی ٹیوٹ، تاشقند، نمبر ۲۱۷۸ میں موجود ہے۔ تاحال شائع نہیں ہوا۔

۴۔ نسایم المحبۃ کو ڈاکٹر کمال ارسلان نے مرتب کر کے ۱۹۷۹ء میں استنبول سے شائع کیا ہے۔ اس میں خواجہ احرار کے حالات صفحات ۲۵۸۔۲۵۶ پر ہیں۔ یہ ایڈیشن ترکی کے رومن رسم الخط میں ہے جب کہ اصل کتاب ترکی کے عربی رسم الخط میں لکھی گئی تھی جو جدید جمہوریہ ترکی میں کالعدم ہو چکا ہے۔

۵۔ یہ مجموعہ ملفوظات "مسموعات قاضی محمد زاہد از عبیداللہ احرار" کے نام سے مکتبہ حقیقت، استنبول سے ۱۹۹۳ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جیسا کہ اس کے سرورق پر غلطی ہے۔ ایسا ہی اندر بھی بکثرت اغلاط موجود ہیں۔ میں نے اس کتاب کو پانچ قدیم مخطوطات کی بنیاد پر ایک مبسوط مقدمے کے ساتھ تصحیح کیا ہے جو گمان غالب ہے کہ سال ۲۰۰۰ء میں مرکز نشر دانشگاہی (IRAN UNIVERSITY PRESS) تہران کی طرف سے شائع ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ خواجہ احرار سے متعلق کچھ اور ضمیمے بھی ہوں گے جن میں سے بعض کا ذکر انہی حواشی میں اپنے محل پر ہوا ہے۔

۶۔ یہ ماخذ تاحال شائع نہیں ہوا۔ اس کے متعدد قلمی نسخے دستیاب ہیں۔ ذخیرہ حبیب گنج آزاد لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کا نسخہ (نمبر H.G 21/75) غالباً قدیم ترین ہے جو ۹۳۴ھ میں نقل ہوا۔

۷۔ رشحات نولکشوری اور تاشقندی سنگی ایڈیشنوں کے علاوہ ۱۹۷۷ء میں تہران سے بہ اہتمام علی اصغر معینیان دو جلدوں میں ٹائپ میں بھی چھپ چکی ہے۔ لیکن ان میں سے کوئی ایڈیشن بھی طباعت کی اغلاط سے خالی نہیں ہے۔ اس کتاب کو تصحیح و تدوین کے معیاری اصولوں کے مطابق از سر نو شائع کرنے کی ضرورت ہے۔

۸۔ نسمات کا فارسی متن تاحال شائع نہیں ہوا۔ اسے دو مخطوطات مخزونہ کتب خانہ گنج بخش، اسلام آباد (نمبر ۱۰۴۷۰) مکتوبہ ۱۲۰۲ھ اور کتب خانہ عارف حکمت، مدینہ منورہ، مکتوبہ ۱۲۴۸ھ کی مدد سے منیر جہان ملک نے بطور پی۔ ایچ۔ ڈی مقالہ برائے تہران یونیورسٹی تصحیح کیا ہے۔ نسمات کا اردو ترجمہ سیّد محبوب حسن واسطی نے نسخہ عارف حکمت کی بنیاد پر کیا جو ۱۴۱۰ھ میں سیالکوٹ سے شائع ہوا۔

۹۔ رسالہ خوارق عادات خواجہ احرار کے دو مخطوطات کتب خانہ خدا بخش پٹنہ (نمبر HI-2480) مکتوبہ قبل از ۹۶۹ھ اور کتب خانہ بایزید، استنبول (نمبر ۳۶۲۴) مورخہ ۹۸۲ھ میں موجود ہیں جن کی مدد سے میں نے یہ رسالہ تصحیح کیا ہے اور تہران میں زیر طبع ہے۔

۱۰۔ اس رسالے مع تکملہ ھا کا ایک نسخہ کتب خانہ گنج بخش اسلام آباد شمارہ ۴۹۶ اور دوسرا نسخہ ذخیرہ اسعد افندی جامع سلیمانیہ، استنبول، شمارہ ۱۶۸۸ میں موجود ہے، تاحال شائع نہیں ہوا۔

۱۱۔ اس مجموعے کا ایک مخطوطہ مولوی محمد شفیع مرحوم کے پاس تھا جو اب نیشنل لائبریری اسلام آباد منتقل ہو چکا ہے۔ اسی واحد نسخے کی بنیاد میں میں نے اس کا متن اشاعت کے لیے تیار کیا ہے جو تہران میں زیر طبع ہے۔